JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 40, Issue No.02

JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Asif
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 333 6062921

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
muhammadasif12@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

TITLE OF THE PAPER

اردو بحیثیت دفتری زبان: ایک مختصر جائزہ

AUTHOR(S)

* **Dr. Tahmina Abbas**
Assistant Professor, Department of Urdu
University of Karachi, Karachi.

CONTACT

* t.abbas@uok.edu.pk

HISTORY OF THE PAPER

Received on: December 06, 2024
Accepted on: December 28, 2024
Published on: December 31, 2024

DETAIL(S)

Volume No. 40, Issue No. 02, Page No: 23-40
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

COPYRIGHT

©The author(s) 2024. ©Journal of Research (Urdu) 2024.
This publication is an open access article.

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

* ڈاکٹر تہمینہ عباس

اردو بحیثیت دفتری زبان: ایک مختصر جائزہ

A brief overview of Urdu as an official language

ABSTRACT

Urdu as an official language is an entirely different matter. It is generally said that Urdu does not have the capacity to play the role of an official language. Although, since its inception, Urdu had started to perform its services in an official and professional capacity. This research paper has been written to examine the role of Urdu language as an official language in the past so that the readers can understand that Urdu was ready to assume the status of "official language" from the beginning. has been· Even now, despite all the official terms and books being in Urdu, a certain category of Urdu is still in use as the official and educational language. Here, Urdu as an official language is the subject of the areas where the use of Urdu as an official and professional language started in the 19th century.

KEYWORDS

Urdu, Official Language, Hyderabad Main Urdu, Bahawalpur Main Urdu, Jammu Kashmir Main Urdu, Punjab Mein Urdu, Balochistan Mein Urdu, Fauj Mein Urdu

اردو بہ حیثیت دفتری زبان ایک بالکل مختلف موضوع ہے۔عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اردو زبان میں دفتری زبان کا کردار ادا کرنے کی صلاحیت موجود نہیں۔حالانکہ اپنے آغاز سے ہی اردو نے دفتری اور پیشہ ورانہ اعتبار سے اپنی خدمات انجام دینا شروع کر دی تھیں۔اس بات کا جائزہ لینے کے لیے کہ اردو زبان کا بحیثیت دفتری زبان ماضی میں کیا کردار رہا یہ تحقیقی مضمون تحریر کیا گیا ہے تاکہ قارئین کو اس بات کا ادراک ہو سکے کہ اردو ابتدا سے ہی "دفتری زبان" کی حیثیت نبھانے کے لیے تیار رہی ہے ۔اب بھی اردو میں تمام دفتری اصطلاحات اور کتابیں موجود ہونے کے باوجود ایک مخصوص طبقہ اردو کی دفتری اور تعلیمی زبان کی حیثیت سے رائج ہونے میں حائل ہے۔ یہاں اردو بحیثیت دفتری زبان ان علاقوں کو موضوع بنایا گیا ہے جہاں انیسویں صدی میں ہی اردو زبان کا استعمال ،دفتری اور پیشہ ورانہ زبان کے طور

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

پر شروع ہو گیا تھا۔

بارھویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی عیسوی کے آغاز تک، افغان اور مغلوں کے دورِ حکومت میں فارسی کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل تھی۔ عدالتوں اور دفتروں میں اس کا بول بالا تھا۔ اُردو ہندی اور بنگالی تینوں زبانیں انیسویں صدی کے آغاز ہی سے فارسی کی جگہ لینے کی کوشش کر رہی تھیں۔ انگریز حکومت نے تینوں زبانوں کو علیحدہ علیحدہ پھلنے پھولنے کا موقع دیا تاکہ لسانی اختلافات جنم لے سکیں۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں انگریز حکومت مضبوط ہو چکی تھی اور فارسی کے بجائے انگریزی کا رواج ہو چلا تھا۔(1)

ریاست حیدر آباد میں دفتری اُردو:

برصغیر پاک وہند میں اردو کی سرکاری سرپرستی بہمنی دورِ حکومت میں شروع ہوئی۔ دکن میں پہلی بار اردو کو سرکاری زبان کا درجہ ملا۔ یہ روایت دکنی عہد میں قطب شاہی دَور، عادل شاہی دَور سے ہوتی ہوئی مغل بادشاہوں تک پہنچتی ہے۔ جہاں اسے فارسی کے مقابلے میں سرکاری سرپرستی کے لیے انگریزی دَور تک کا انتظار کرنا پڑا۔(2) انگریزی عہد میں برِّصغیر پاک وہند کی مختلف ریاستوں، حیدر آباد دکن، بھوپال، میسور اور بہاول پور وغیرہ کے دفاتر میں اگرچہ جزوی سطح پر اُردو بحیثیت دفتری زبان رائج رہی مگر بالائی سطح پر انگریزی کا ہی غلبہ رہا(3)۔ دکن میں اردو حکمرانوں کی زبان تھی اور لنگوا فرینکا کا درجہ رکھتی تھی۔ اردو میں اس دور میں بھی علمی، ادبی اور سرکاری زبان بننے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔(4) قدیم مؤرخ فرشتہ نے بہمنی دور میں ہندی زبان کے مستعمل ہونے کا تذکرہ کیا ہے جو در حقیقت اردو ہی کی ایک شکل تھی۔(5) دکن میں عادل شاہی دور میں سے کافی پہلے بیجاپور میں اُردو زبان کا استعمال عام تھا۔ سلاطین بہمنی نے یہاں کے دفتر کو بھی اُردو زبان میں منتقل کر دیا تھا۔(6) یوسف عادل شاہ اور اس کے فرزند اسماعیل عادل شاہ کے دور میں فارسی دفتری زبان تھی۔ ابراہیم عادل شاہ اوّل اور عادل شاہ ثانی نے فارسی کے بجائے اردو کو سرکاری زبان قرار دیا۔(7) 1854 میجر ڈی روز کمشنر لیہ نے سفارش کی کہ اُردو کو بہ طور دفتری زبان اس پورے ڈویژن میں نافذ کیا جائے۔(8) 1849 میں اردو کو حیدر آباد دکن میں انتظامی اُمور، عدالتوں، مال گزاری، پولیس اور تعمیرات کے کاموں وغیرہ کے لیے استحکام ملا۔(9) 1869 میں بشیر الدولہ صدر المہام نامزد ہوئے۔ انھوں نے جہاں جہاں ممکن ہو سکا اُردو کو نافذ کر دیا۔ محبوب علی خان کے دَورِ حکومت میں فارسی سرکاری زبان تھی، لیکن سرکاری گزٹ میں فارسی کے ساتھ اُردو بھی استعمال ہوتی تھی۔(10) میر عثمان علی خان کی تخت نشینی میں اردو دفتری اور پیشہ ورانہ زبان

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

کے طور پر کامیابی سے استعمال ہوئی۔حیدر آباد دکن میں دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ نے اصطلاحات وضع کرنے میں تیزی اور سرعت کا مظاہرہ کیا۔میر محبوب علی خان کی جانب سے کوشش کی گئی کہ ہر سطح پر اُردو نافذ ہونی چاہیے اور فارسی کا استعمال زیادہ نہ رہے ۔ریاست حیدرآباد 1948ء میں انڈین یونین میں ضم کردی گئی اور 77 سال کی مسلسل کوششوں کے بعد دفتری اُردو کا عہدِ زرّیں ختم ہو گیا۔(11)

پنجاب میں دفتری اُردو:

پنجاب میں خالصہ عہد میں فارسی دفتری زبان اور اردو عوام کی زبان تھی۔1849 میں انگریزوں نے مقبوضہ پنجاب کا الحاق سلطنت برطانیہ سے کر دیا۔پنجاب انتظامیہ کے سربراہ لارڈ لارنس نے یہ فیصلہ کیا کہ پنجاب اور دیگر مقبوضہ علاقوں کی دفتری زبان فارسی کے بجائے اُردو ہونی چاہیے ۔لارڈ لارنس نے دفاتر میں اُردو کے نفاذ کے حوالے سے ایک مراسلہ بھی جاری کیا جو 11/اپریل 1849 کو جاری ہوا۔(12)انیسویں صدی میں اُردو کا رواج ہر چند کہ پنجاب سے شروع ہوا مگر بعد میں اس کا دائرہ اثر بڑھتا چلا گیا۔لارڈ لارنس کا پنجاب کی دفتری زندگی میں اُردو کو رواج دینا صرف ان کی ذاتی رائے نہیں تھی بلکہ یہ انگریزی حکومت کی وسیع تر انتظامی حکمتِ عملی کا حصّہ تھا۔مشرقی پنجاب کی اکثر ریاستیں جو انگریزوں کی حمایت میں تھیں اس میں وہ بھی شامل ہو گئیں جیسے حیدر آباد (دکن) دوسری بہاول پور اور تیسری جموں وکشمیر۔(13)

ریاست بھاول پور میں دفتری اُردو:

ریاست بہاول پور کا قیام 1702 میں عمل میں آیا۔قیامِ پاکستان کے بعد 1955 تک ریاست بہاول پور قائم رہی۔نفاذِ اُردو سے قبل ریاست بہاول پور کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ بہاول پور میں اُردو سرکاری زبان کے طور پر 1845 میں متعارف ہوئی لیکن فارسی کا استعمال 1900 تک رہا۔ مثلاً 1896 میں خواجہ غلام فرید نے وزیراعظم کے نام ایک سفارشی چٹھی فارسی میں لکھی۔اس کے جواب میں وزیر اعظم کی طرف سے دفتری کارروائی اُردو میں ہوئی جس پر 18 جون 1896 کی تاریخ ہے۔(14)بہاول پور کی سرکاری زبان فارسی تھی اردو کو بہ طور سرکاری زبان نافذ کرنے کا حکم نامہ 1835 میں جاری ہوا۔جس کے بعد دفتری، عدالتی، اور محکمہ جاتی سطح پر اردو استعمال ہونے لگی۔فارسی کا استعمال بہاول پور میں 1900 تک رہا۔لوگ فارسی میں درخواست لکھتے اور اس پر اردو میں دفتری کارروائی ہوا کرتی۔(15)نواب محمد بہاول خان، پھر نواب محمد مبارک خان، پھر ان کے بیٹے نواب محمد بہاول ثالث، پھر ان کے بیٹے

نواب محمد صادق رابع، بتدریج تخت نشین ہوئے۔ 1833 سے 1879 تک سرکاری مراسلے انگریزی زبان میں لکھے جاتے تھے لیکن ان کا ترجمہ اُردو میں کیا جاتا تھا۔اس کے بعد ریاست بہاول پور میں براہِ راست اُردو میں سرکاری خط و کتابت شروع ہوگئی۔ چناں چہ 30/دسمبر/1853 کو نواب صاحب کے نام جان لارنس چیف کمشنر اور ایجنٹ گورنر جنرل کا ایک خط اُردو زبان میں لکھا ہوا آیا۔(16) بہاول پور میں اردو کا استعمال تقریباً ڈیڑھ سو سال سے ہورہا ہے۔درمیان میں انگریزی کے استعمال نے اس کی اہمت کم بھی کی۔مگر دفتری سطح پر اردو ہی رائج رہی۔موجودہ ور میں اُردو سرکاری دفاتر کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے۔اردو کو عام کرنے کے لیے سرکاری سطح پر بھی کام ہورہا ہے اور مجلس دفتری زبان کے دفاتر ہر ضلع میں قائم کردیے گئے ہیں۔(17) بہاول پور میں اُردو اکیڈمی کے نام سے ایک ادارہ 1960 سے قائم ہے۔یہ ادارہ مختلف موضوعات پر اُردو میں کتابیں اور رسالے شائع کرتا ہے۔(18) اردو زبان کو بہاول پور میں سرکاری سرپرستی حاصل رہی۔صادق الانوار پریس، عزیزی المطابع پریس، اردو اکیڈمی، اور چھوٹے چھوٹے اداروں نے اردو کتابیں شائع کیں اور اردو کی اشاعت میں حصہ لیا۔(19) اس زمانے میں 1865 میں ایک مراسلہ جاری ہوا جس میں تاکید کی گئی کہ مسلوں (فائلوں) سے فارسی متون کے ترجے اردو میں کرنے کے بعد فارسی متون خارج کردیے جائیں۔(20)

بلوچستان میں دفتری اُردو:

انگریزوں کے آخری مفتوحہ علاقوں میں سے ایک بلوچستان تھا جس پر وہ 21/فروری/1877 میں قابض ہوئے۔ انھوں نے اردو زبان کو اس خطے میں پہلی دفعہ دفتری اور عدالتی زبان کے طور پر استعمال کیا۔بلوچستان کے باشندوں نے اپنی قومی ضرورت کے تحت اردو کا اپنانا شروع کردیا تھا۔بلوچستان کے باشندے بیک وقت کئی کئی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔قلات، مکران ڈویژنوں میں اکثر بلوچی اور براہوی، مغربی بلوچستان میں بلوچی اور پشتو، اور جنوبی اور مشرقی بلوچستان میں سندھی اور براہوی دونوں بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔(21) شمالی اور مشرقی بلوچستان میں سرائیکی، بلوچی اور پشتو تینوں بولی جاتی ہیں اور کوئٹہ میں براہوی، بلوچی اور پشتو کے علاوہ فارسی، اُردو، سرائیکی، سندھی اور پنجابی بولنے والے افراد خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔ہر فرد تین تین چار چار زبانیں بیک وقت آسانی اور روانی سے بول سکتا ہے۔اس لیے اہل بلوچستان کے لیے اُردو کو اپنا لینا قطعی طور پر مشکل نہ تھا۔(22) بلوچستان میں اردو شاعری میں پہلا نام ملا محمد حسن براہوی کا نظر آتا ہے۔جن کا کلیات 1847 میں منظرِ عام پر آیا جو پانچ سو سے زائد اشعار پر مشتمل ہے

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

۔(23)فارسی کی مشہور شاعرہ رابعہ بنت کعب ''زین العرب'' خضدار میں ہی پھلی پھولی۔ عرب ایران بلوچستان کی تہذیب و ثقافت اور زبانوں کا پہلا سنگم خضدار ہی تھا۔ بلوچستان کی اُردو شاعری میں فارسی الفاظ و تراکیب اور خیالات اور جذبات کا استعمال اسی تدریجی دَور کا پیدا کردہ تھا۔(24) بلوچستان میں اُردو کا آغاز 117 سال قبل ہو چکا تھا۔ پہلا ادبی رسالہ '' قندیل خیال'' ہے جو 117 سال قبل جاری ہوا۔ بلوچستان کی تعلیمی اداروں میں کم و بیش سوا سو سال سے ذریعۂ تعلیم اُردو ہے۔ بلوچستان میں اُردو کی ترویج و اشاعت کے لیے ایک صدی پہلے سے ادبی انجمنوں کے قیام کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ بلوچستان میں اُردو ڈراموں کے فروغ کے لیے تقریباً ایک صدی پہلے غلام حیدر خان، سیّد عزیز شاہ، طاؤس خان نے مل کر ''کوئٹہ ڈرامیٹک کلب'' قائم کیا تھا۔(25)

1932 میں نواب بہادر میر محمد اعظم جان بگلیر بیگی نے تقریبِ تاج پوشی قلات کے موقع پر اُردو زبان میں وائسرائے سے شکریہ کہ چند الفاظ بولے ۔وائسرائے نے انگریزی میں تقریر کی اور اس کی انگریزی تقریر کا اُردو ترجمہ پیش کیا گیا۔اس تقریب میں جتنے لوگوں نے انگریزی میں تقریر کی ان سب کے اُردو ترجمے پیش کیے گئے ۔(26) بلوچستان میں اُردو میں دفتری مراسلات کا سلسلہ 1877 اور اس کے بعد شروع ہوا ۔اس سے پہلے موجودہ کوئٹہ اور قلات کی دفتری زبان فارسی تھی۔(27)

1909 سے ہی بلوچستان میں دفتروں میں اُردو زبان میں خط و کتابت ہونے لگی۔اس سے پہلے بھی بلوچستان میں دفتری اُردو کے نمونے ملتے ہیں جیسے 1907 میں مستونگ کے چند صاحبان نے پولیٹیکل ایڈوائزر ریاست قلات کے حضور ایک دعویٰ دائر کیا تھا جس میں انھوں نے اُردو زبان استعمال کی تھی ۔(28)سابقہ ریاست قلات کی شرعی عدالتوں کے قاضی، قرآن، حدیث، فقہ اور شرعی علوم کے ماہر ہوتے تھے۔ وہ فارسی زبان میں اپنے فیصلے لکھتے تھے جب کہ باقی دفتری خط و کتابت اُردو میں ہوتی تھی۔ یہ دو عملی 1940 سے 1945 تک جاری رہی۔ پھر شرعی عدالتوں میں اُردو میں ہی فیصلے لکھے جانے لگے ۔(29) قلات میں پولیٹیکل ایڈوائزر کا دفتر انگریزی کے ساتھ ساتھ اُردو میں بھی خط و کتابت کیا کرتا تھا۔ان شرعی عدالتوں اور بندوبست اراضی کے سلسلے میں مختلف فام، ضمانت نامے، استغاثہ وغیرہ بھی اُردو میں استعمال ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے مطابق 1986 تک بلوچستان میں اُردو حکومتی اور دفتری سطح پر نوے فیصد، ضلعی سطح پہ ستر فیصد اور عدالتی سطح پر پچاس فیصد، تک رائج ہو چکی تھی۔(30)

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

فوج میں اُردو:

آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ایرانی، رومی، افریقی، ہسپانوی، ہندوستانی اور پاکستانی افواج میں عربوں کی عسکری لغت کے آثار جا بجا ملتے ہیں۔(31) برصغیر میں محمد بن قاسم کے تین سو سال بعد محمود غزنوی، پھر شہاب الدین غوری، اس کے بعد مسلم حکمرانوں کا ایک لگاتار سلسلہ ہے جو 1857 تک آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی معزولی تک جاری رہا۔(32)اس مدت میں حکمرانوں میں سے بعض کی زبان، ترکی تھی کچھ کی فارسی، عربی، فارسی، ترکی، جب اس کا اشتراک مقامی ہندوستانی بولیوں مثلاً سنسکرت، برج بھاشا، تامل، تیلگو، مرہٹی، بنگالی، ملیالم، پشتو، سندھی، بلوچی اور پنجابی وغیرہ سے ہوا، تو اسی میل جول سے ایک نئی زبان نے جنم لیا جو وسیع عسکری میلان رکھتی تھی۔(33)راس کماری سے کابل ڈھاکہ، تفتان، تک مغلوں کی یلغاریں ہوئیں اس زبان کا لسانی نفوذ بھی بڑھتا چلا گیا۔حکمرانوں کی زبان فارسی تھی جس میں دفتری فرمان جاری ہوتے تھے۔عام سپاہ چوں کہ مخلوط عناصر پر مشتمل تھی، اسی لیے پیشہ ورانہ اُمور کی تفہیم کے لیے اُردو کو ذریعہ بنایا گیا۔(34) برصغیر میں عسکری موضوعات پر بہت کم لکھا گیا ہے۔بعض مسلم مؤرخین نے فوج کے موضوعات پر تھوڑا بہت کام ضرور کیا ہے لیکن جس طرح اہل مغرب نے عسکری تحریر کو ایک سائنس بنا کر پیش کیا اس کی نظیر ہمارے ہاں نہیں ملتی۔(35)

اہل مغرب نے اپنی جنگوں کا احوال، اور فتوحات کو بہت تفصیل سے لکھا ہے۔معمولی لڑائیوں اور پیشہ ورانہ اصطلاحات کو سائنسی نقطۂ نگاہ سے استعمال کیا ہے۔مغرب کا مصنف، ہنی بال سے لے کر سکندر اعظم، چنگیز خان، فریڈرک، نپولین اور پھر دونوں عظیم جنگوں کے درجنوں کمانڈروں کی ایک ایک ادا کے قصیدے لکھے گا، لیکن مسلم جرنیلوں اور اسلامی جنگوں کے تفصیلی تجزیے اور تذکرے سے پہلو بچا کر نکل جائے گا۔(36)غیاث الدین تغلق کے دور میں امیر خسرو نے خسرو خان نمک حرام کی جنگ کے حالات مقامی زبان میں لکھے تھے جسے جنگ کے حوالے سے پہلی تحریر قرار دیا جا سکتا ہے مگر یہ تحریر اب دستیاب نہیں ہے(37)۔بابر، اور اکبر کے دور میں بھی عسکری موضوع پر کچھ نہیں لکھا گیا حالانکہ اکبر مقامی زبان پر قدرت رکھتا تھا۔شاہ جہاں اور اورنگزیب عالمگیر کے زمانے میں فارسی کا رواج نسبتاً کم ہو گیا تھا۔مغل فوج میں ہندوستانی نفری کی تعداد بڑھ گئی ظاہر ہے اس تناسب سے اُردو تحریر و تقریب میں اضافہ ہوا ہو گا۔(38)1707 سے 1857 تک اُردو نے سینکڑوں ادیب اور شاعر پیدا کیے جن میں بعض شعرا نے مثنوی اور مرثیے کی شکل میں جنگی موضوعات کو موضوعِ سخن ضرور بنایا، لیکن ان اشعار سے کسی حقیقی جنگ کی نقشہ کشی نہیں

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

ہوتی۔البتہ یہ ضرور ہوا کہ ان شعری تجربات سے اُردو کا دامن ایک حد تک جنگی موضوعات کو سمیٹنے کا اہل ہو گیا۔اس دور میں جس قدر عسکری ذخیرہ الفاظ ،اُردو نظم نے اُردو زبان کو دیے اتنا اُردو نثر فراہم نہ کر سکی۔(39)میر و غالب کے دور میں اُردو میں کوئی ادیب، نثر نگار ایسا پیدا نہ ہوا جو شمشیر وسناں اور تیغ و تفنگ کے استعمال کے ضابطوں کو وضع کرتا دسالے اور پیادے کے تعاون پر بحث کرتا۔ بری اور بحری افواج کے مشترکہ آپریشنوں پر مقالات سپردِ قلم کرتا۔ عقب، قلب ،ہراول، میمنہ، میسرہ،اور چنداول کے روایتی حصار سے نکل کر، دفاع، حملہ، پسپائی، چھاپہ، گھات، نفوذ، گھیراؤ، ناگہانیت،فریب کاری اور منلدکی کی اداؤں اور بدیکیوں کا جدید پیشہ ورانہ تجزیہ کرتا، اسبابِ شکست اور وجوہاتِ فتح کا تجزیہ کرتا، ان سے حاصل شدہ اسباق پر تبصرے کرنا، قیادت کی اہمیت بیان کرتا۔(40)اس دور میں فرسودہ جنگی ہتھیاروں کی جگہ جدید ہتھیار استعمال کیے جا رہے تھے۔پرانی اور گھسی پٹی جنگی چالوں کے بجائے نادر اور نئی آپریشنل حکمت عملی بروئے کار لائی جا رہی تھی۔انگریزوں نے مقامی سپاہ پر مشتمل بہت سی دیسی یونٹیں کھڑی کر دی تھیں۔(41)ان عسکری افراد کی تربیت اور روزمرّہ کاروبد کے لیے جس زبان کو استعمال کیا گیا وہ بھی اُردو ہی تھی۔ فرنگی کمانڈروں نے بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ صرف وہی مواد اُردو میں منتقل کیا۔جسے لوئر لیول کے لیے انھوں نے پہلے مختص کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔(42)فوج میں اُردو کا دوسرا دور 1847 سے 1857 پر مشتمل ہے۔اس زمانے میں کئی عسکری اصطلاحات کا اردو میں رواج ہوا۔ل یعنی جہاں میزائل، تلپیڈو ، بلڈر، راکٹ ،رائفل، مشین گن، ٹینک اور اس قسم کے سینکڑوں نئے حربی الفاظ اُردو میں آ گئے۔وہیں دوربین، خوردبین، دستی بم، ہوائی جہاز، طیارہ شکن توپ، بارودی سرنگ، جیسے الفاظ بھی زبان کا حصّہ بنے۔(43)قیام پاکستان کے بعد، ایوب خان کے دور میں پاک فوج میں اردو کے استعمال پر توجہ دی گئی۔بٹالین کی سطح تک تمام تر احکامات کا اُردو میں اجرا ہوا۔افسروں کی تربیتی اداروں مثلاً جونیئر کیڈٹ بٹالین، (جے سی بی) آفیسر ٹریننگ اسکول، (او۔ٹی۔ایس) پاکستان ملٹری اکیڈمی (پی ایم اے) اس کے علاوہ ٹروپس کی ڈرل اور پیریڈ وغیرہ کے لیے کمانڈر کے تمام الفاظ کا اُردو میں اجرا ہوا۔اسکول آف انفنٹری اور ٹیکٹکس میں بعض کلاسز کا تجرباتی طور پر اُردو میں اہتمام کیا گیا۔ بعض یونٹوں کو اُردو ٹائپسٹوں اور اُردو ٹائپ کاروں کی فراہمی کی گئی۔(44)1965ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد اس وقت کے سپریم کمانڈر ایوب خان کی شہرہ آفاق تقریر، جس میں انھوں نے کلمہ طیبہ کا حوالہ دیا تھا پوری قوم کے دلوں کو گرما گئی اور ملک کے ذرائع ابلاغ اور ملی نغموں نے پہلی بد فوج کو اُردو کی ہمہ گیر تاثیر سے آشنا کیا۔جنگ کے فوراً بعد فوجیوں کی تعداد میں اضافہ کرنا پڑا۔(45)

پاکستان ملٹری میں ڈرل اور کمانڈ کے نئے الفاظ نہ صرف وضع کیے گئے بلکہ رائج بھی کر دیے گئے۔'اٹینشن' کی جگہ جب 'ہوشیار باش' اور 'کوئیک مارچ' کی جگہ 'جلدی چل' کہا جانے لگا، تو اوّل اوّل یدوں نے اس انقلابی قدم کا مذاق اڑایا اور اس قسم کے الفاظ میں تحکم کے فقدان کا شکوہ بھی کیا لیکن وقت نے ان اصطلاحات کو فوج میں رائج کر دیا۔(46) یہی دور تھا جس میں فوجی حلقوں میں اُردو کو پذیرائی ملنا شروع ہوئی۔اس کے بعد 1971 میں جب مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو گیا تو فوج کو اُردو سے قریب ہونے کا مزید موقع ملا۔بٹالین لیول پر اُردو کو رائج کرنے کی بات چلی۔انفینٹری اسکول میں بعض کورسوں کو اُردو میں چلانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔میسوں میں بعض اوقات الوداعی تقریبات اُردو میں کی گئیں۔بعض فارمیشنوں میں جنگی مشقوں کے بعد بریفنگ وغیرہ اُردو میں کرنے کا تجربہ کیا گیا۔گاہے گاہے ماڈل ڈسکشن اُردو میں کیے جانے کی باتیں سننے میں آتی رہیں۔(47)افسران کو اردو میں خط لکھنے، اردو خبارات پڑھنے، شام کے وقت شلوار قمیض اور ویسٹ کوٹ، اور قومی تقریبات میں قومی لباس پہننے کی اجازت مل گئی۔سرکاری سطح پر عسکری اصطلاحات کا ترجمہ ہوا۔تربیتی مطبوعات کی ایک بڑی تعداد اُردو میں چھپ کر تمام فوج میں تقسیم کی جا چکی ہے۔77 سال پر پھیلے ہوئے سفر میں پاک فوج نے انگریزی سے اُردو کی طرف رجوع کیا ہے۔(48)

کشمیر میں دفتری اردو:

ریاست جموں و کشمیر میں اردو نثر کی ابتدا تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل ہوئی۔ڈوگرہ عہد سے قبل کشمیر میں افغانوں اور سکھوں کے دور میں فارسی کا چلن تھا۔(49)جب ڈوگرہ عہد کا آغاز ہوا اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے برطانوی مفادات کے پیش نظر کشمیر کو خریدا تو ریاست جموں کشمیر کا قیام عمل میں آیا اور کشمیر سے دیگر شہروں کی جانب آمد و رفت شروع ہوئی(50)عوامی سطح پر بھی وسائل معاش کی تلاش اور تجارتی مقاصد کے حصول کے لیے بھی ان تعلقات میں اضافہ ہوا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باہر آنے جانے والے اردو کے بارے میں جاننے لگے۔ڈوگرہ عہد میں مختلف نقیبوں کو مختلف شہروں سے بلا کر دربار میں تعینات کیا گیا تھا ان نقیبوں کے ساتھ ان کے پورے پورے خاندان بھی آئے تھے جن کی بول چال کی زبان اردو تھی۔اس طرح کشمیر میں اردو زبان کا عمل دخل شروع ہو گیا۔اٹھارویں صدی میں کشمیر سے مختلف شہروں میں ہجرت کرنے والے وہیں جذب ہو گئے اور اردو زبان و ادب کے ایسے نمونے سجا دیے جن کا اپنا الگ مقام ہے(51)مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں سرکاری زبان فارسی تھی۔لیکن خطۂ جموں کشمیر کے بیشتر علاقوں

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

میں ڈوگری زبان بولی جاتی تھی جب کہ اردو زبان یہاں پر اپنے ادبی خدوخال مرتب کر چکی تھی۔(52) مہاراجہ رنبیر سنگھ کا وزیر اعظم دیوان کرپا رام کئی فارسی کتابوں کا مصنف تھا۔ وہ اردو زبان میں بھی دسترس رکھتا تھا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے ریاست کی انتظامی صورت حال پر اردو میں رپورٹیں مرتب کروائیں(53)۔مقامی شعرا میں سب سے پہلا شاعر منشی پنڈت دیارام کاچرو خوش دل نظر آتے ہیں۔اس دور کے دیگر مقامی شعرا میں محمود گامی، پرمانند، پیر کمال الدین، حسین اندرابی، رسوا، لکھمن جونا گامی، بلبل، واسہ کول، کرشن رازدان، رسول میر وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔(54)۔اس زمانے میں لوگ عربی، سنسکرت، بودھی کو مذہبی اور علمی زبانوں کے طور پر پڑھتے تھے۔کشمیر سے باہر جو بھی تعلیم حاصل کرنے جاتا تو وہاں کا میڈیم زیادہ تر اردو رہتا جبکہ دیگر زبانوں کا رسم الخط اور ذخیرۂ الفاظ محدود تھے۔اس لیے ان تمام زبانوں پر اردو حاوی ہو جاتی تھی۔اس طرح کشمیر سے باہر جانے والے مقامی کشمیری، اردو زبان کو ہی اظہار کا مؤثر ذریعہ سمجھتے تھے(55)۔ڈوگری اور ہندی کے شانہ بشانہ اردو ترجمے کی زبان بن گئی تھی عربی اور فارسی زبانوں کی کتابیں اردو میں ترجمہ ہونے لگی تھیں۔اسی زمانے میں پہلا اردو پریس قائم ہوا اور اس زمانے کے ادیبوں میں ہرگوپال کول خستہؔ کا نام سرفہرست ہے(56) وہ لاہور میں قیام پذیر تھے۔وہ 1876 میں کشمیر آئے تو مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دربار سے وابستہ ہوگئے۔(57) وہ اردو میں کشمیر کی پہلی تاریخ" گلدستہ کشمیر" کے مصنف تھے جس میں انھوں نے قدیم سے لے کر مہاراجہ رنبیر سنگھ تک کے حالات و واقعات لکھے ہیں۔(58)ان کے چھوٹے بھائی سالگرام سالکؔ نے بھی اردو زبان کو اپنا ذریعۂ اظہار بنا کر بہت کچھ لکھا۔اور اردو قصرِ شعر کی کشمیر میں بنیادیں رکھیں۔انھوں نے خود کئی مثنویاں اور نظمیں اردو میں لکھیں اس طرح وہ کشمیر کے پہلے اردو شاعر اور پروفیسر عبدالقادر سروری کی زبان میں کشمیر کے دو ادیب بھائی کے خطاب سے موسوم ہوئے(59) یہ سلسلہ 1930 کے قریب تک چلتا رہا اور پھر شعری سرمایہ جمع ہونے کا سلسلہ یہاں جاری ہوا اور کئی شعرا اپنی اپنی بساط کے مطابق یہاں اردو شعری سرمائے میں اضافہ کرتے گئے۔1947 تک ایک خاص رنگ غالب رہا جس میں غیر ملکی حکمرانوں اور شخصی حکومت کے ظلم و ستم کی داستان اور حالت غلامی سے چھٹکارا پانے کی خواہشوں نے مختلف رنگ و روپ میں شعری تخلیقات میں جگہ پائی اور کئی مذہبی موضوعات کا غلبہ رہا۔(60)اس دور میں یہاں کے اکثر نوجوان شعرا سیماب اکبرآبادی جیسے شعرا کے زیر اثر رہے۔ حفیظ جالندھری کی رومانی شاعری اور فطرت کی پرستاری کی خصوصیات سے مرصع نظموں کا چلن بھی سارے ہندوستان میں رہا اور یہاں تک بھی اس کا اثر پہنچا(61)۔ریاست جموں کشمیر میں

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

اردو کا چلن 1947 سے تقریباپون صدی قبل شروع ہو چکا تھا۔اردو کو سرکاری کارروائی کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ ریاستی آئین میں اردو کو ریاست کی سرکاری زبان تسلیم کرنا بہت بعد کی بات ہے یعنی 1956 کی، جب کہ اردو اس سے پہلے بھی یہاں سرکاری زبان کے طور پر رائج رہی ہے ۔اردو زبان کو سیدین کمیٹی کی سفارش کی وجہ سے ریاست میں ذریعۂ تعلیم بھی قرار دیا جا چکا تھا (62)۔اردو" نیا کشمیر" کے آئین کے تحت یہاں کی قومی زبان قرار دی گئی۔اس حیثیت میں اردو کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی اس کے دائرہ کار کو استحکام دینے کے لیے اقدامات بھی کیے گئے ۔حدود جموں کشمیر میں ذریعۂ تعلیم بھی اردو کو قرار دیا گیا۔حکومت کے روز مرہ کام کاج اور کارروائی کی زبان بھی اردو قرار پائی۔عوامی رابطے اور ترسیل اور ابلاغ کی زبان بھی اردو کو قرار دیا گیا۔سرکاری زبان ہونے کے ناتے اردو کو دیگر ریاستی اور علاقائی زبانوں پر تفوق حاصل تھا۔(63)

قیام پاکستان سے قبل اُردو ذریعۂ تعلیم:

انگریزی دورِ حکومت میں بھی اردو کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا انگریزوں نے ابتدا میں Divide and rule کے مقولے پر عمل کیا۔فارسی کو عدالتوں سے خارج کر کے عربی، فارسی اور سنسکرت کی تعلیم کی حوصلہ افزائی کی۔اس مقصد کے لیے مسلمانوں کے لیے "کلکتہ مدرسہ" اور ہندوؤں کے لیے "بنارس سنسکرت کالج" قائم کیا گیا۔ 1835 میں لارڈ میکالے نے اپنی تعلیمی سفارشات پیش کر کے تعلیم کو صرف خواص تک محدود رکھنے کی کوشش کی ۔ یہ سفارشات منظور بھی ہو گئیں۔میکالے ہندوستان میں کالے انگریز پیدا کرنا چاہتا تھا۔جن کا ذوق، اخلاق، اور دماغ انگریزی ہو۔اس دور میں صرف انگریزی تعلیم کے اداروں کو ہی حکومت کی جانب سے گرانٹ دی جاتی تھی (64) اس دور میں ہمیں کئی ایسے ادارے نظر آتے ہیں جہاں ذریعہ تعلیم مسلمانوں اور ہندوؤں کے لیے اردو تھا مثلاً، دہلی کالج اور تھامس انجینیئرنگ کالج رُڑکی۔اس کے علاوہ انیسویں صدی کے نصف آخر تک آٹھویں تک تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں بھی دو شعبے قائم کیے گئے جس میں ایک شعبہ مکمل انگریزی میں تعلیم دیتا تھا جب کہ دوسرے میں تمام تعلیم اردو میں تھی انگریزی صرف مضمون کے طور پر شامل تھا۔اردو والا شعبہ دو ہی سال میں مایوس ہو کر 1885ء میں بند کر دیا گیا۔(65)اردو زبان میں کا بحیثیت ذریعہ تعلیم سب سے کامیاب تجربہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں کیا گیا۔اگست 1919 میں یہاں تدریس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔اس جامعہ میں اعلی درجوں کے تمام مضامین اردو میں پڑھائے جاتے تھے ۔۔1928ء میں اسی یونیورسٹی کے تحت انجینئرنگ کالج، ٹریننگ کالج اور

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

میڈیکل کالج قائم ہوئے۔اس طرح آرٹس اور سائنس ہی نہیں بلکہ انجینئرنگ اور میڈیکل کے مضامین کی تدریس بھی اُردو زبان کے وسیلے سے ہونے لگی۔یہاں ایک دارالترجمہ بھی قائم کیا گیا،جہاں مختلف موضوعات پر درسی کتابوں کا ترجمہ کیا جاتا تھا،ساتھ ہی ساتھ تالیفات وتصنیفات کے کام کو بھی ماہرین کے زیرنگرانی آگے بڑھایا جاتا رہا(66)دیسی زبان میں تعلیم کا دوسرا تجربہ شمالی ہند میں ہوا۔ان میں"جامعہ ملیہ اسلامیہ"اور"وشوابھارتی"قابل ذکر ہیں۔علی گڑھ میں"جامعہ ملیہ اسلامیہ"قائم ہوئی جسے بعد میں دہلی میں منتقل کر دیا گئی۔وہاں ابتدائی درجے سے بی اے تک نصابی وتدریسی زبان اردو تھی۔حکومت نے اس وقت اسے تسلیم نہیں کیا تھا۔ان شواہد سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قیام پاکستان سے قبل اُردو ہندوستان کی واحد زبان تھی جسے جامعات کی میں نصابی وتدریسی زبان کا درجہ حاصل تھا۔اس امتیاز کے پیچھے ایک صدی کے تعلیمی تجربات تھے جن کا سلسلہ مرحوم دہلی کالج سے شروع ہوتا ہے۔جامعہ عثمانیہ اس کا نقطۂ عروج تھا۔جامعہ عثمانیہ اہلِ اُردو کی ان تعلیمی کاوشوں کا طرۂ امتیاز تھی جس میں ایک دیسی زبان اُردو کو اعلی تعلیم کا ذریعہ بنایا گیا(67)۔

اصطلاح سازی:اردو زبان کو بحیثیت نصابی اور دفتری سطح پر رائج کرنے سے قبل ایک اہم مسئلہ اردو میں اصطلاحات سازی کا بھی تھا۔لفظ اصطلاح بھی ایک اصطلاح ہے جس کا لفظی مطلب باہم متفق ہونا ہے۔انگریزی زبان میں اسے Term کہتے ہیں۔یہ کوئی عام لفظ نہیں۔اس لفظ کا مطلب ایک ایسا لفظ یا مجموعہ الفاظ ہے جو کسی تصوّر، شے، نظریے یا کیفیت کو مختصر لیکن جامع طور پر بیان کر سکے(68)ہمیں علوم وفنون کی تشریح کے لیے اصطلاحات کی ضرورت ہوتی ہے۔"اگر اصطلاحیں نہ ہوں تو ہم علمی مطالب کے ادا کرنے میں طوالت سے کسی طرح نہیں بچ سکتے جہاں ایک چھوٹے سے لفظ سے کام نکل سکتا ہے، وہاں بڑے بڑے جملے لکھنے پڑتے ہیں۔(69)اردو میں اصطلاح سازی کا آغاز انیسویں صدی سے قبل ہو گیا تھا۔قواعد، لغات، اصطلاحات، محاورات، ضرب المثل، کے مختلف پہلوؤں پر تالیف کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔قیام پاکستان سے قبل درج ذیل اداروں نے اردو ذریعۂ تعلیم اور اصطلاح سازی کے حوالے سے اہم کردار ادا کیا۔

1۔سیرام پور پیٹسٹ کالج1800

2۔فورٹ ولیم کالج1800

3۔شاہان اودھ کے تراجم برائے اسکول بک سوسائٹی(لکھنو1814ءتا1816)

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

4۔شمس الامرا کے تراجم: مدرسہ فخریہ حیدرآباد دکن 1834ء

5۔دہلی کالج 1825

6۔مدرسہ طبابت آگرہ 1845

7۔طامس انجینیرنگ کالج رُڑکی 1854

8۔سائنٹفک سوسائٹی غازی پور 1864

9۔انجمنِ پنجاب لاہور 1865

10۔روہیل کھنڈ سوسائٹی بریلی 1865

11۔انجمن ترقّی اُردو 18، اپریل 1903

12۔اورینٹل کالج لاہور 8 دسمبر 1869۔

13۔مدرستہ العلوم علی گڑھ 1875

14۔دارالمصنّفین اعظم گڑھ 1913

15۔جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن 1919(70)

قیام پاکستان کے بعد، اردو بحیثیت قومی زبان، ترویج واشاعت کے لیے کئی ادارے قائم ہوئے جنھوں نے اردو زبان کی اشاعت و نفاذ میں اہم کردار ادا کرنے کی کوشش کی۔

1۔زرعی یونیورسٹی لائل پور 1906

2۔انجمن ترقی اردو کراچی 1948

3۔اُردو کالج کراچی 1949

4۔مجلسِ ترقّی ادب لاہور 1950

5۔پاکستانی ہسٹارکل سوسائٹی کراچی 1953

6۔شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی 1957

7۔اُردو لغت بورڈ کراچی 1958

8۔اُردو سائنس بورڈ لاہور 1962

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

9۔ادارہ یادگارغالب 1969

10۔اکادمی ادبیات پاکستان 1976

11۔مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد1979(71)

پاکستان میں ان اداروں کے علاوہ بھی کئی ادارے نجی سطح پر اردو کے حوالے سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔پاکستان میں اردو زبان کی ترویج واشاعت کے حوالے سے، مقتدرہ قومی زبان اور، انجمن ترقی اردو کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

نفاذ اردو اور عدالتِ عظمیٰ کا فیصلہ :

1973 کے دستور کے مطابق 1988 میں اُردو کو پاکستان کی دفتری زبان کا درجہ ملنا تھا۔اس حوالے سے مقتدرہ قومی زبان نے دفتری اردو کے حوالے سے بے شمار کتابیں شائع کیں جن کے موضوعات، دفتری خطوط، دفتری زبان، مراسلے کی اقسام، دفتری لغات، اور مختلف پیشہ ورانہ فرہنگوں پر مشتمل تھے۔جس کے بعد اردو کو سرکاری، دفتری اور نصابی زبان کے طور پر رائج ہونے کی امید تھی۔(72)1973 کے آئین میں پندرہ برس کے اندر انگریزی کی جگہ اردو کو سرکاری اور دفتری سطح پر نافذ کرنے کی بات کی گئی تھی آج 2024 اختتام پذیر ہے مگر اب تک اردو کا نفاذ نہیں ہو سکا۔(73)اس دوران محبان اردو نے سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔8 ستمبر 2015 میں جسٹس جواد ایس خواجہ ، جسٹس دوست محمد اور جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے مشترکہ بینچ نے (درخواست نمبر 2012/201)پر تدریخ ساز فیصلہ سناتے ہوئے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو اس بات کا پابند کیا کہ فیصلے سے تین ماہ کے اندر اُردو کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا جائے۔ یہ فیصلہ ہر لحاظ سے عوام کی امنگوں کا ترجمان تھا مگر اس کی پاسداری اب تک نہیں ہو سکی(74)عدالت نے یہ فیصلہ وقت کے حکمرانوں پر چھوڑ دیا تھا۔اب اگر انتظامیہ اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتتی ہے تو پھر مجبوراًکسی درخواست گزار کی درخواست پر سپریم کورٹ توہینِ عدالت میں فیصلہ صادر فرمائے گی اور ایسا حکم نامہ جمہوری ملک میں خوش آئند تصوّر نہیں ہوتا۔(75)

مندرجہ بالا حقائق کے مطابق اردو نے انیسویں صدی عیسویں کے وسط میں خود کو سرکاری، دفتری اور درسی زبان کے طور پر منوالیا تھا۔حیدر آباد دکن، ریاست بہاولپور، پنجاب، بلوچستان، جموں وکشمیر میں سرکاری حیثیت سے اردو کا استعمال انیسویں صدی میں ہی شروع ہو چکا تھا۔فوج میں اردو کا استعمال بھی مغلیہ عہد سے شروع ہو گیا تھا۔اردو

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E): 1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

بحیثیت ذریعہ تعلیم انیسویں صدی میں کامیاب تجربے ہوئے۔ دہلی کالج، تھامس انجینیئرنگ کالج اور دیگر کئی اداروں نے اردو کو نصابی زبان کے طور پر اپنانے کا کامیاب تجربہ کیا۔ انجینیئرنگ اور میڈیکل میں اردو ذریعہ تعلیم کا تجربہ بے حد کامیاب رہا۔ اردو کی ترویج میں قیام پاکستان سے قبل اور بعد ان اداروں نے اہم کردار ادا کیا جنھوں نے مختلف علوم و فنون کی کتابیں ترجمہ کیں اور مختلف پیشہ ورانہ اور دفتری اصطلاحات وضع کیں۔ قیام پاکستان کے بعد اردو کو قومی زبان کا درجہ دیا گیا۔ اس کے مکمل نفاذ کے لیے 1973 کے آئین میں دفعات موجود ہیں۔ 1988 میں اردو کو مکمل نافذ ہونا تھا مگر نہیں ہو سکی۔ 2015 میں عدالت عالیہ نے اردو کے مکمل نفاذ کا فیصلہ کیا جس پر اب تک عمل درآمد نہیں ہو سکا۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں اردو ذریعہ تعلیم مکمل طور پر نافذ نہیں ہے۔ ماضی میں بہت آوازیں اٹھائی گئی ہیں۔ بہت دفعہ اردو کو تعلیمی زبان بنانے کا فیصلہ کیا گیا مگر دہرا تعلیمی نظام اردو کے مکمل نفاذ میں حائل ہے۔ گزشتہ سالوں میں پاکستان میں انگریزی اسکولوں کی بڑھتی ہوئی تعداد بھی اردو زبان کو بے وقعت ثابت کرنے کے درپے ہے۔ رومن رسم الخط کی وجہ سے اردو رسم الخط جسے نوری نستعلیق کہا جاتا ہے بے وقعتی کا شکار ہے۔ موبائل فون، لیپ ٹاپ اور انٹرنیٹ پر لوگ انگریزی کی بورڈ اور رومن رسم الخط کے استعمال میں آسانی محسوس کرتے ہیں۔ اس حوالے سے مقتدرہ قومی زبان اور انجمن ترقی اردو نے ایسے سافٹ ویئر بنائے ہیں جن کے استعمال سے اردو میں کتابیں لکھنے پڑھنے میں جدید دور میں بہت آسانی ہو جائے گی۔ اردو لغت بورڈ کی آن لائن لغت بھی اردو کی ترویج میں مددگار ثابت ہو رہی ہے۔ اپنی قومی زبان اُردو کو زندہ رکھنے اور بگڑنے سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ نوجوان نسل کے دل میں اردو سے محبت پیدا کی جائے۔ پاکستان میں کراچی یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی اور کئی جامعات نے تمام سماجی علوم اردو میں پڑھا کر دکھا دیے ہیں۔ مقابلے کے امتحانوں میں بھی اردو بہ طور مضمون شامل ہے۔ البتہ، انجینیئرنگ، طب اور کمپیوٹر کی تعلیم مکمل انگریزی میں دی جاتی ہے۔ پیشہ ورانہ سطح پر اردو کی بہ نسبت انگریزی کا استعمال زیادہ کیا جاتا ہے جو اردو کے لیے خطرناک صورت حال ہے۔ مقتدرہ قومی زبان نے اُردو ادبی، علمی، دفتری اور پیشہ ورانہ اصطلاحات کے خزانے میں بے پناہ اضافہ کر کے کسی کو یہ کہنے کے قابل نہیں چھوڑا کہ اردو اس قابل نہیں کہ اسے ذریعہ تعلیم بنایا جا سکے۔ اُردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے میں سب سے بڑی رکاوٹ ''افسر شاہی'' ہے۔ اردو کے نفاذ کے لیے ضروری ہے کہ اسے مقابلے کے امتحان، تمام اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں میں داخلے کی زبان بنایا جائے اور دیگر زبانوں سے اردو میں تراجم بھی

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

کیے جائیں۔ چھتیس سال مزید گزر جانے کے باوجود، آج بھی دفتری، سرکاری، پیشہ ورانہ اور نصابی زبان کے طور پر انگریزی زبان رائج ہے۔ اردو اپنا جائز حق حاصل کرنے کی راہ دیکھ رہی ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1۔ عبدالرشید، اُردو بحیثیت ذریعۂ تعلیم، (حیدر آباد دکن: اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار، 1988)ص 137،138

2۔ ایضاً، ص 136،137

3۔ فیاض احمد فیضی/ شفق احمد، دفتری اُردو کے ابتدائی نقوش، مشمولہ: بازیافت (لاہور: شعبۂ اُردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، جولائی تا دسمبر 2011) شمارہ 19، ص 177

4۔ ایضاً

5۔ ایضاً، ص 178

6۔ ایضاً

7۔ ایضاً، ص 179

8۔ ایضاً،

9۔ سیّد اشفاق حسین بخاری، پاکستان میں دفتری اُردو کا تجزیاتی مطالعہ (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2002)، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی، ص 22

10۔ ایضاً

11۔ ایضاً، ص 27

12۔ ایضاًص 28

13۔ ایضاً، ص 1،2

14۔ ایضاً، ص 25

15۔ ایضاً، ص 29

16۔ مسعود حسن شہاب، بہاول پور میں اُردو کی قدیم دفتری دستاویزات، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1992)، ص 17

17۔ ایضاً، ص19، 18

18۔ ایضاً، ص24

19۔ نوازش کاوش، بہاول پور میں اُردو ادب، 25/ستمبر/2023

منتخب-مضامین/نواز...https://caarwan.com/

20۔ سیّد اشفاق حسین بخاری، پاکستان میں دفتری اُردو کا تجزیاتی مطالعہ، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2002)، ص30

21۔ انعام الحق کوثر، بلوچستان میں اُردو کی قدیم دستاویزات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان 1986)، ص2

22۔ ایضاً

23۔ ایضاً

24۔ ایضاً، ص4

25۔ ایضاً، ص9

26۔ ایضاً، ص10

27۔ ایضاًص 11

28۔ ایضاً، ص12

29۔ ایضاً، ص13

30۔ ایضاً، ص19

31۔ غلام جیلانی خان، پاک فوج میں نفاذِ اُردو (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان 1989)، ص1

32۔ ایضاً

33۔ ایضاً

34۔ ایضاً

35۔ ایضاً، ص14

36۔ ایضاً، ص15

37۔ ایضاً، ص16، 15

38۔ ایضاً

39۔ ایضاًص17

40۔ ایضاً

41۔ ایضاً،ص18

42۔ ایضاً

43۔ ایضاً،ص25،24

44۔ ایضاً

45۔ ایضاً،ص74

46۔ ایضاً

47۔ ایضاً،ص75

48۔ ایضاً

49۔ ڈاکٹر برج پریمی، جموں و کشمیر میں اردو ادب کی ابتدا،(سرینگر کشمیر: دیپ پبلی کیشنز1992)،ص17

50۔ ایضا

51۔ ایضا

52۔ ایضا،ص18

53۔ ایضا

54۔ ایضا

55۔ ایضا

56۔ غلام نبی ناظر، کشمیر میں اردو شاعری کے پچاس سال، مشمولہ ماہنامہ: شیرازہ(جموں کشمیر میں اردو ادب کے پچاس سال)جولائی1998،جلد37شمارہ6-8،ص116

57۔ ایضا

58۔ ایضا،ص11

59۔ ایضا

60۔ ایضا،ص115

61۔ ایضا

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 2, Dec 2024

62۔ جان محمد آزاد، ریاست میں صحافت کا پچاس سالہ سفر، مشمولہ ماہنامہ: شیرزاہ (سرینگر کشمیر: جلد 37، شمارہ 8-6، جولائی 1998)، ص 66

63۔ عبدالرشید ارشد، اُردو بحیثیت ذریعۂ تعلیم (حیدر آباد: اعجاز پرنٹنگ پریس، 1988)، ص 138تا148

64۔ ایضاً، ص 149

65۔ ایضاً

66۔ ایضاً، ص 150۔151

67۔ ایضاً، ص 151

68۔ پروفیسر نیاز عرفان، وضع اصطلاحات حقائق اور تجاویز، مشمولہ: اصطلاحی مباحث، مرتبہ عطش دُرّانی، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1998)، ص 25

69۔ ان اداروں کی خدمات کے سلسلے میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔
وحیدالدین سلیم، وضع اصطلاحات، (کراچی: انجمن ترقّی اُردو پاکستان 2017)
مرزا حامد بیگ، اُردو ترجمہ کی روایت 1986 تا حال (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، 2016)
ابو سلمان شاہ جہاں پوری، اُردو اصطلاحات سازی (کتابیات)، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی بان، 1984)
سیّد سبط حسن، فورٹ ولیم کالج، مشمولہ: ادب اور روشن خیالی، (کراچی: مکتبہ دانیال، 1990)

70۔ ایضاً

71۔ اُردو زبان کو سرکاری حیثیت دینے کے اُمور کے لیے مزید مہلت، 25/اکتوبر/2023
https://www.trt.net.tr/urdu/pkhstn/2015/11/07/rdw-zbn-khw-srkhry-hythyt-dyny-khy-mwr-khy-lyy-mzyd-mhlt-364225

72۔ رئیس نعمان احمد/راؤ عمران حبیب/نورین اختر، اُردو بحیثیت سرکاری زبان/دفتری زبان: ایک قانونی بحث، مشمولہ، سہ ماہی: جرنل آف ریسرچ اُردو (ملتان: شعبۂ اُردو بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، جولائی تا دسمبر 2019) جلد 35، شمارہ 2، ص 88

73۔ ایضاً

74۔ ایضاً